خطبہ جمعہ

خلافت ثالثہ کے دور میں شہید ہونے والے احمدیوں کی شہادت کا دلگداز تذکرہ

سفاک قاتلوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی پکڑ کے عبرتناک سلوک کے لرزہ خیز واقعات

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۱۸/ جون ۱۹۹۹ء بمطابق ۱۸/ احسان ۱۳۷۸ء ہجری شمسی
بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العلمين - الرحمٰن الرحيم - ملك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿يٰۤاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْابِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ . اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ. وَلَا تَقُوْلُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ. بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ -(سورة البقرہ آیات ۱۵۴ تا ۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

آج کے خطبہ سے میں خلافت ثالثہ کے شہداء کا ذکر شروع کرتا ہوں۔ سب سے پہلے اس ضمن میں **رستم خان شہید مردان** کا ذکر ہوگا۔ یوم شہادت ۱۱/ فروری ۱۹۶۶ء۔ مکرم رستم خان صاحب شہید کو **خلافت ثالثہ کے دور میں پہلا شہید** ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ اگرچہ اُن کے حالات بہت حد تک جماعت کی تاریخ میں محفوظ ہیں لیکن اُن کے بعض بچوں نے حال ہی میں جو واقعات لکھ کر بھجوائے ہیں غالباً وہ زیادہ مکمل ہیں اس لئے انہی کے بیان پر اکتفاء کرتے ہوئے اس شہادت کا تذکرہ کرتا ہوں۔

نام رستم خان خٹک شہید۔ پشاور کے قریب ایک گاؤں جلوزئی کے رہنے والے تھے۔ خود احمدی ہوئے تھے اور اپنے گاؤں بلکہ آس پاس کے کئی گاؤں میں اکیلے احمدی تھے۔ احمدی ہونے پر سارا گاؤں اُن کا مخالف ہو گیا۔ اور انہیں گھر سے نکال دیا گیا، جائیداد سے عاق کیا گیا۔ ان پر مختلف طریقوں سے دباؤ ڈالا گیا کہ قادیانیت سے توبہ کرلو۔ ان کے بچوں میں پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ چچا وغیرہ چاہتے تھے کہ ان کی نسل کو ہی ختم کر دیا جائے۔ بیٹیوں کو گاؤں لے جا کر بیچنے کی سازش کی گئی۔ بیٹے کرنل عبدالحمید حال راولپنڈی کو بارہا جان سے مارنے کی کوشش کی گئی۔ شہید اپنی سروس کے سلسلے میں زیادہ تر باہر رہتے تھے۔ گاؤں کی مسجد کے مولوی نے فتویٰ دیا کہ جو کوئی رستم خان کی نسل کو ختم کرے گا وہ جنتی ہوگا۔ ان کی بیگم کو ایک دو دفعہ کسی مرگ پر گاؤں جانا ہوا تو کھانے پینے کے برتن الگ ہوتے تھے۔ سب اچھوتوں والا سلوک کرتے تھے۔ کھانے میں زہر ملانے کی بھی سازش کی گئی جو کہ ناکام ہوئی۔

جب ۹/ فروری ۱۹۶۶ء کو شہید کے والد کی وفات ہوئی تو ان کی لاش لے کر بچے گاؤں گئے۔ گاؤں پہنچتے ہی تمام گاؤں میں مولوی نے اعلان کیا کہ "لوگو! خوش ہو جاؤ، آج رستم خان قادیانی آیا ہے۔ اس کو قتل کر دو اور اس کی اولاد کو علاقہ غیر میں بیچ دو یا پھر گاؤں میں بیاہ دو۔ اس کا ایک بیٹا ہے اس کو مار ڈالو اور اب جو بھی ثواب کمانا چاہتا ہے، بہادر بنے اور سامنے آئے کیونکہ جنت کمانے کا بڑا ذریعہ سامنے آیا ہے"۔

رات کو رستم شہید کے والد کی تدفین سے پہلے جب یہ اعلان ہوا تو انہوں نے اپنی بیگم کو بلا کر کہا کہ تم کسی طرح سے اپنے بھائیوں عبدالسلام اور عبدالقدوس کو اطلاع کرو کہ وہ تعزیت کے بہانے گاؤں آئیں اور بچوں کو ساتھ لے جائیں کیونکہ حالات ٹھیک نہیں ہیں اور مجھے بیٹیوں کا خطرہ ہے۔

دوسری طرف بیٹا عبدالحمید جو اُن دنوں کیڈٹ کالج حسن ابدال میں پڑھتا تھا اور اٹھارہ سال کا تھا، دادا کی وفات پر گاؤں آ رہا تھا۔ جونہی وہ گاؤں پہنچا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک شخص منہ پر ڈھاٹا باندھے گاؤں کے باہر جہاں ویگن رُکتی ہے، ایک جگہ چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔ عبدالحمید نے اُس کو دیکھ لیا اور پیچھے سے جا کر پکڑ لیا۔ دیکھا تو وہ اُس کا چچا تھا۔ اس نے کہا چچا آپ۔ چچا گھبرا کر بولا کہ ہاں مَیں تمہاری حفاظت کے لئے بیٹھا ہوں کیونکہ لوگ تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اُس نے جب یہ واقعہ اپنی امی کو سنایا تو وہ اور بھی پریشان ہو گئیں اور انہیں اور دوسرے بچوں کو ماموں کے آنے پر وہاں سے نکلوا دیا۔

دوسرے روز ۱۱/ فروری ۱۹۶۶ء کو رستم خان شہید صبح کی نماز کے لئے وضو کرنے کھیتوں کی طرف جا رہے تھے کہ فائر کی آواز آئی۔ ان کی بیگم یہ آواز سن کر باہر کی طرف بھاگیں۔ پیچھے سے رستم شہید کے بھائیوں نے پکڑ لیا لیکن وہ چونکہ پہلے سے چوکنا تھیں اس لئے اُن کو دھکا دے کر باہر نکل گئیں۔ باہر جا کر دیکھا تو دشمن اپنا کام کر چکے تھے اور ان کے خاوند راہِ مولا میں شہید ہو چکے تھے۔ اب وہ لوگ بچوں کو ڈھونڈنے لگے لیکن بچے تو وہاں سے پہلے ہی نکل چکے تھے۔ ان کی بیگم کو اللہ تعالیٰ نے صبر کی قوت دی۔ گاؤں کے مولوی نے آ کر کہا کہ کس پر رپورٹ درج کرو گی۔ انہوں نے کہا یہ معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ تم سب لوگ راستے سے ہٹ جاؤ۔ میں اپنے خاوند کی لاش کو پشاور لے کے جاؤں گی اور وہاں ہماری جماعت کے لوگ دفن کریں گے۔ ایک بیوہ عورت کی دلجوئی کی بجائے تمام گاؤں والے ان پر دباؤ ڈالنے لگے کہ اس کو یہیں دفنا دو اور بچوں کو ہمارے سپرد کر دو تا کہ ہم انہیں پھر مسلمان بنا لیں۔

اس وقت ان کی بیگم نے نعش کے سامنے ایک تقریر کی کہ "آج تو میں اپنے خاوند کی لاش کو یہاں سے لے جا کر رہوں گی۔ لیکن یاد رکھنا کہ جس سچائی کو رستم خان نے پایا تھا، میں اور میری اولاد اُس سے مڑنے والے نہیں۔ انشاء اللہ رستم خان کی نسل پھیلے گی"۔ تمام لوگوں نے کہا کہ یہ عورت پاگل ہو گئی ہے۔ بجائے بَین کرنے کے بڑی بڑی باتیں کرتی ہے۔ اگلے دن ان کی بیگم شہید کی لاش لے کر پشاور آئیں اور وہاں تدفین ہوئی۔

دشمنوں کا انجام۔ ایک سال کے اندر اندر ان کے ایک بھائی جس نے ان کے بیٹے حمید کو بھی مارنے کی کوشش کی تھی، اُس کا جوان سال اکلوتا بیٹا کنوئیں میں ڈوب کر مر گیا۔ دوسرے چچا کے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ تیسرے چچا کو ناگہانی موت آ گئی۔ کچھ پتہ نہیں چلا کہ کیوں مرا۔ اور ایک چچا کا سارا گھر اچانک بارشوں سے گر گیا اور اُس کے دو بچے موقع پر ہی مَر گئے۔

رستم خان شہید کے پسماندگان۔ بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں چھوڑیں۔ بیٹا کرنل عبدالحمید خٹک راولپنڈی میں رہتے ہیں۔ بڑی بیٹی شمیم اختر صاحبہ کرنل نذیر احمد صاحب کی اہلیہ ہیں اور امریکہ میں قیام پذیر ہیں۔ دوسری بیٹی رقیہ بیگم صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب کی اہلیہ ہیں۔ تیسری بیٹی یاسمین ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب امریکہ کی اہلیہ ہیں۔ چوتھی بیٹی نگہت ریحانہ بھی امریکہ میں ہیں اور ناصر احمد کی اہلیہ ہیں۔ پانچویں بیٹی ناہید سلطانہ صاحبہ کرنل اویس طارق صاحب کی اہلیہ ہیں اور کینیڈا میں مقیم ہیں۔

مولوی عبدالحق نور صاحب۔ تاریخ شہادت 21 دسمبر 1966ء۔ آپ قادیان کے قریب ایک گاؤں "بھٹیاں گوت" کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد مکرم الٰہی بخش صاحب ایک معروف زمیندار تھے اور ہندو، سکھ اور مسلمان سب آپ سے اپنے معاملات کے فیصلے کرواتے تھے۔ آپ نے چار سال تک بطور ہیڈ ماسٹر ملازمت کر کے ملازمت کو خیر باد کہہ دیا۔ لمبی سوچ بچار اور دعاؤں کے بعد 1934ء کے جلسہ سالانہ پر بیعت کی۔ بیعت کرنے کے فوراً بعد ہی آپ کی مخالفت شروع ہو گئی۔ آپ نے مخالف مولوی کو دعوتِ مباہلہ دی جس کی تحریر لکھی گئی جس میں آپ نے تحریر کیا "اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں تو سب سے پہلے مخالف مولوی کا بیٹا مرے گا اور اس کے بعد وہ خود بھی مر جائے گا"۔ چنانچہ مولوی محمد اسماعیل جن کے ساتھ آپ نے مباہلہ کیا

تھا مر گیا۔ یہ اطلاع آپ کے بھائی نے دی۔ آپ نے جوش میں آکر کہا کہ تحریر مباہلہ میں تو تھا کہ اس کا بیٹا پہلے فوت ہوگا۔ جاکر پتہ کرو کہ اس کا بیٹا فوت ہؤا ہے کہ نہیں۔ چنانچہ پتہ کرنے سے معلوم ہوا کہ پہلے مولوی مذکور کا بیٹا فوت ہؤا تھا اور پھر وہ مرا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر آپ کے بھائی نے بھی بیعت کرلی۔

زمیندارہ کا وسیع تجربہ ہونے کی وجہ سے آپ کو تقسیم ہند کے بعد محمود آباد، ناصر آباد اور دوسری اسٹیٹس میں کام کی نگرانی پر مقرر کیا گیا۔ ۱۹۴۲ء میں آپ کرونڈی منتقل ہوگئے اور زمینوں کے ٹھیکے وغیرہ لینے شروع کئے۔ آپ بہترین داعی الی اللہ تھے۔ آپ کی تبلیغ سے آپ کے رشتہ داروں میں سے پچاس کے قریب احمدی ہوئے۔ کرونڈی جماعت کی داغ بیل آپ نے ہی ڈالی۔ شہادت کے وقت تک کرونڈی جماعت کے صدر رہے۔

واقعہ شہادت۔ دسمبر ۱۹۶۶ء کی بات ہے کہ بعض متعصب اور شر پسند عناصر نے آپ کے خلاف سکیم تیار کی اور آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا چنانچہ انہوں نے کرائے کے دو قاتل اس غرض کے لئے بھیجے۔ جو آپ کے پاس اس انداز سے آئے گویا وہ بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ حسب معمول ان کو تبلیغ کرتے ہوئے شام کے وقت اپنے گھر لے آئے۔ ان کی خاطر مدارات کی، نمازیں باجماعت ادا کیں۔ پھر فجر کی نماز پر آپ نے خود پانی گرم کرکے ان کو وضو کروایا اور انہیں نماز پڑھائی اور نماز کے بعد انہیں باہر اپنے باغ میں لے آئے۔ وہاں کچھ دیر چارپائیوں پر بیٹھے رہے اور ان کو تبلیغ کی۔ پھر ان کو لے کر باغ کی سیر کروانے چلے گئے۔

آپ کے پوتے مقصود احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا یعقوب صاحب نے ان سے کہا کہ پتہ تو کرو، کافی دیر ہو گئی ہے، آئے نہیں۔ وہ کہتے ہیں میں جب باغ میں گیا تو مَیں نے دیکھا کہ ہمارا وہ مہمان جو مولوی عبدالحق صاحب کے ساتھ باغ میں گیا تھا بھاگ رہا ہے۔ مجھے شک پڑا تو مَیں نے اپنے چچا کو بھی آواز دی کہ ادھر آئیں۔ پھر ہم باغ میں ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔ دادا جان کو دیکھا تو وہ شہید کردئے گئے تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ شہید مرحوم موصی تھے۔ ایک سال تک کرونڈی میں امانتاً دفن رہے پھر ربوہ میں بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

بشیر احمد طاہر بٹ کنڈیارو ضلع نواب شاہ۔ تاریخ شہادت ۲۹ر مئی ۱۹۷۴ء۔ رشید احمد بٹ صاحب ابن محمد دین بٹ صاحب کنڈیارو کے رہنے والے تھے۔ آپ کا اصل آبائی گاؤں سیالکوٹ تحصیل شکر گڑھ تھا۔ تلاش معاش کے سلسلے میں مختلف جگہوں پر پھرتے رہے اور آخرکار کنڈیارو ضلع نوابشاہ میں سکونت اختیار کی۔ بہت مہمان نواز اور ملنسار تھے۔ بہترین داعی الی اللہ تھے۔ عبادت گزار، سلسلہ کے فدائی، مرکز کی ہر تحریک پر لبیک کہنے والے اور ہر قسم کی قربانی دینے والے مخلص خادم سلسلہ تھے۔ ۲۶ر مئی ۱۹۷۴ء کو اسلامی جمعیت طلبہ کے ایک طالبعلم نے آپ پر حملہ کیا جس کے نتیجہ میں آپ شدید زخمی ہوگئے۔ آپ کو فوراً ہسپتال پہنچایا گیا مگر جب نوابشاہ ہسپتال کے ڈاکٹر عاجز آگئے تو آپ کو حیدر آباد ہسپتال منتقل کردیا گیا لیکن وہاں بھی علاج کارگر نہ ہوسکا اور آپ نے ۲۹ر مئی ۱۹۷۴ء کو اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۳۰ر مئی ۱۹۷۴ء کو جنازہ پڑھا گیا جس میں احمدیوں کے علاوہ غیر از جماعت افراد نے بھی بھاری تعداد میں شرکت کی۔ شہید مرحوم کو ان کی اپنی زمین میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چار بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔

آپ کا قاتل رفیق میمن کسی جرم میں سات سال تک جیل میں رہا۔ وہاں سے رہا ہونے کے بعد اس کا ایکسیڈنٹ ہوا جس میں اس کے اوپر سے ٹرک گزر گیا اور اس کی لاش رات بھر کتے نوچتے رہے۔ قاتل کا خاندان مشہور کاروباری خاندان تھا۔ اس کا کاروبار اور خاندان بھی تباہی و بربادی سے دوچار ہوا۔

مکرم محمد افضل کھوکھر صاحب اور محمد اشرف کھوکھر صاحب گوجرانوالہ۔ تاریخ شہادت یکم جون ۱۹۷۴ء۔ مکرم محمد افضل کھوکھر شہید کی اہلیہ سعیدہ افضل بیان کرتی ہیں کہ شہادت سے چند روز پہلے افضل شہید عشاء کی نماز پڑھ کر گھر واپس آئے تو میں بستر میں بیٹھی رو رہی تھی۔ دیکھ کر کہنے لگے سعیدہ کیوں رو رہی ہو۔ میں نے کہا یہ کتاب "روشن ستارے" پڑھ رہی تھی اور میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ میں ہوتی اور میرا نام کسی نہ کسی رنگ میں ایسے روشن ستاروں میں شمار ہو جاتا۔ اس پر افضل کہنے لگے یہ آخرین کا زمانہ ہے، اللہ کے حضور قربانیاں پیش کرو تو تم بھی اوّلین سے مل سکتی ہو اور پہلوں میں شمار ہو سکتی ہو۔ مجھے کیا خبر تھی کہ کتنی جلدی اللہ تعالیٰ میری آرزو کو پورا کرے گا اور کتنی دردناک قربانیوں میں سے مجھے گزرنا پڑے گا۔

۳۱ر مئی کی رات احمدیوں کے خلاف فسادات کا جوش تھا۔ ساری رات جاگ کر دعائیں کرتے گزر گئی۔ ہم جیسے بھی بَن پڑا اپنا دفاع کرتے رہے۔ مجھے وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ میرے شوہر اور بیٹے کے ساتھ یہ میری آخری رات ہے۔ یکم جون کو جلوس نے حملہ کردیا۔ عورتوں کو افضل شہید نے اپنے ہمسایوں کے گھر بھیج دیا اور خود باپ بیٹا گھر پر ٹھہر گئے۔ کیونکہ اس وقت ہدایت یہی تھی کہ کوئی مرد اپنا گھر نہیں چھوڑے گا لیکن عورتوں اور بچوں کو بچانے کی خاطر ان کو بے شک محفوظ جگہوں میں پہنچا دیا جائے۔ کہتی ہیں کہ سارا دن شور بپا رہا اور حملہ ہوتا رہا۔ توڑ پھوڑ کی آوازیں آتی رہیں۔ مگر ہمیں کچھ پتہ نہیں تھا کہ باپ بیٹے پر کیا گزری اور ظالموں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ رات ہمیں ایک اور جگہ منتقل کردیا گیا۔ وہاں اپنے خاوند افضل صاحب اور اپنے بیٹے اشرف کا انتظار کرتی رہی۔

رات گیارہ بجے ان کو بتایا گیا کہ دونوں باپ بیٹا شہید ہوگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انہیں بڑے دردناک طریقے سے مارا گیا تھا۔ چھُرے مارے گئے۔ انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ پھر اینٹوں سے سر کوٹے گئے۔ اس طرح پہلے بیٹے کو باپ کے سامنے مارا گیا۔ جب اس نوجوان بیٹے کو اس طرح کچل کچل کر مار دیا گیا تو پھر باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اب بھی ایمان لے آؤ اور مرزا غلام احمد قادیانی کو گندی گالیاں دو۔ ایک موقعہ کے گواہ کے بیان کے مطابق افضل نے جواب دیا کہ کیا تم مجھے اپنے بیٹے سے ایمان میں کمتر سمجھتے ہو جس نے میرے سامنے اس بہادری سے جان دی ہے۔ جب آخری وقت سسکتے ہوئے وہ پانی مانگ رہا تھا تو گھر پر جو عمارت کے لئے ریت پڑی تھی وہ اس کے منہ میں ڈالی دی اور باپ نے یہ نظارہ بھی دیکھا اس نے کہا جو چاہو کرلو، اس سے بدتر سلوک مجھ سے کرو مگر اپنے ایمان سے متزلزل نہیں ہوں گا۔ اس پر ان کو اسی طرح نہایت ہی دردناک عذاب دے کر شہید کیا گیا۔ اور پھر دونوں کی نعشیں تیسری منزل سے گھر کے نیچے پھینک دی گئیں اور سارا دن کسی کو اجازت نہیں تھی کہ وہ ان کی نعش کو اٹھا سکے۔

مکرم محمد افضل کھوکھر شہید نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑے۔ دو بیٹیاں طیبہ سعید صاحبہ اور طاہرہ ماجد صاحبہ کینیڈا میں مقیم ہیں۔ ایک بیٹی عزیزہ ثمینہ یاسمین کھوکھر صاحبہ یہاں یو۔کے۔ میں آباد ہیں۔ دونوں بیٹے آصف محمود کھوکھر اور بلال احمد کھوکھر بھی کینیڈا میں مقیم ہیں اور ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں۔ اور تمام پسماندگان خدا کے فضل سے دین و دنیا کی نعمتوں سے متمتع ہیں۔

شہادت **چودھری منظور احمد صاحب** اور **چودھری محمود احمد صاحب۔ گوجرانوالہ**۔ تاریخ شہادت یکم جون ۱۹۷۴ء۔ چودھری منظور احمد صاحب کی بیوہ محترمہ صفیہ صدیقہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ جون ۱۹۷۴ء میں جب حالات خراب ہوئے تو پولیس ان کے بیٹے مقصود احمد کو ایک مولوی کے کہنے پر دکان سے گرفتار کرکے لے گئی اور حوالات میں بند کردیا۔ اگلے دن جلوس نے گھروں پر حملہ کردیا۔ عورتوں کو ایک احمدی گھر پر جو بظاہر محفوظ تھا پہنچا دیا گیا۔ بعض لوگوں نے بتایا کہ ان کے گھروں کو جلوس نے آگ لگادی ہے اور وہاں پر موجود تمام افراد زخمی ہوگئے ہیں۔ حالانکہ اس وقت تک وہ شہید کئے جاچکے تھے۔ اس دن شام کو جب ایک ٹرک چھ شہیدوں کو لے کر راہوالی پہنچا تو اس وقت پسماندگان کو پتہ چلا کہ ان کے پیارے شہید ہوچکے ہیں۔ جلوس کے خطرے سے جو پیچھے لگا ہوا تھا ٹرک ان لاشوں کو لے کر چلا گیا اور پسماندگان ان کے چہرے بھی نہ دیکھ سکے۔

صفیہ صدیقہ صاحبہ اپنے بیٹے کی شہادت کا واقعہ مزید تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ جلوس کے ساتھ جو پولیس تھی اس کا ایک سپاہی راہوالی کا رہنے والا تھا۔ اس نے بتایا کہ یکم جون کو سول لائن میں ایک گھر کی چھت پر جو معرکہ گزرا وہ دیکھ کر مجھے معلوم ہوا کہ صحابہ کیسے جان نثار کیا کرتے تھے۔ اس نے کہا، میں اس لڑکے کو کبھی بھلا نہیں سکوں گا جس کی عمر بمشکل سترہ اٹھارہ برس ہوگی۔ سفید رنگ اور لمبا قد تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک بندوق تھی۔ جلوس میں شامل لوگوں کی ایک بڑی تعداد پولیس سمیت اس کے مکان کی چھت پر چڑھ گئی۔ ہمارے ایک ساتھی نے جاتے ہی اس کے ہاتھ پر ڈنڈا مارا اور بندوق چھین لی۔ جلوس اس لڑکے پر تشدد کر رہا تھا۔ جلوس میں سے کسی نے کہا "مسلمان ہو جاؤ اور کلمہ پڑھو"۔ اس نے کلمہ پڑھا اور کہا میں سچا احمدی مسلمان ہوں۔ جلوس میں سے کسی نے کہا کہ مرزا کو گالیاں دو۔ اس لڑکے نے اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا یہ کام میں نہیں کر سکتا، یہ کام میں کبھی نہیں کروں گا اور ان کی ایک نہ سنی۔ اس نے کہا تم مجھے اُس کو گالیاں دینے کے بارہ میں کہہ رہے ہو جو اِس جان سے بھی زیادہ پیارا ہے اور ساتھ ہی اس نے مسیح موعود زندہ باد اور احمدیت زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ نعرہ لگانے کی دیر تھی کہ جلوس نے اس لڑکے کو چھت سے اٹھا کر نیچے پھینک دیا اور اس پر اینٹوں اور پتھروں کی بارش شروع ہوگئی۔ چھت پر بنے ہوئے پردوں کی جالیاں توڑ کر بھی اس پر پھینکیں۔ یہ وہ واقعہ ہے جو اس دن اس پولیس والے نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ان ظالموں کا کیا انجام ہوا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر اکثر ایسے لوگ آخرت کے علاوہ دنیا کے عذاب میں بھی مبتلا کئے جاتے ہیں۔ جن کے حالات بھی معلوم ہوسکے ہیں ان سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

شہادت مکرم چودھری شوکت حیات صاحب۔ تاریخ شہادت یکم جون ۱۹۷۴ء۔ مکرم چودھری شوکت حیات صاحب تھیم ۱۹۲۰ء میں مکرم چودھری محمد حیات خان صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس، صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں حافظ آباد میں پیدا

ہوئے۔ تعلیم حافظ آباد اور قادیان میں حاصل کی۔ پھر پولیس میں ملازمت اختیار کی۔ ۳۱؍مئی بروز جمعۃ المبارک ۱۹۷۴ء کو حافظ آباد شہر میں ہنگامہ ہوا اور یہ ہنگامہ یکم جون کو زور پکڑ گیا۔ شور شرابہ کرنے والوں کی ٹولیاں شہر میں نعرے بازی کر رہی تھیں۔ شہید مرحوم کے بچوں کی سٹیشنری کی ایک دکان تھی جس کے متعلق خبر ملی کہ لوٹ لی گئی ہے اور بقیہ سامان کو آگ لگادی گئی ہے۔ آپ بچوں سمیت جائے وقوعہ پر پہنچے تو پتہ چلا کہ شرپسند لوٹ مار کر کے جاچکے ہیں اور آگ پر پولیس نے قابو پالیا ہے۔

آپ اپنی دکان کے سامنے چوبارہ پر بیٹھ گئے۔ آپ کا ایک بیٹا شفقت حیات بھی آپ کے ساتھ تھا۔ اتنے میں ایک ہجوم گزرا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی کر رہا تھا۔ آپ نے جلوس کی قیادت کرنے والوں کو کہا کہ کچھ حیا کرو۔ جن کی تم توہین کر رہے ہو انہوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ آپ اس وقت اندازہ نہ لگا سکے کہ اس وقت اصولوں پر شرپسندی غالب ہے۔ چنانچہ بجائے سرد پڑنے کے ان کی آتشِ غضب اور بھی شعلہ زن ہوئی اور آپ کے اِن الفاظ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ شریروں نے کہا ان کو پکڑ لو۔ قریب ہی ریلوے لائن تھی چنانچہ وہ وہاں سے پتھر اٹھا اٹھا کر آپ کو مارنے لگے۔ آپ کا بیٹا شفقت حیات جو وہاں موجود تھا ان کے ہی پھینکے ہوئے پتھر جواباً انہیں مارنے لگا اور کچھ دیر ان کو مزید پیش قدمی نہ کرنے دی۔ اسی اثناء میں انہیں کسی نے بتایا کہ سامنے سے تم کامیاب نہیں ہو سکو گے، مکان کے پچھواڑے سے حملہ کرو۔ چنانچہ وہ پیچھے سے حملہ آور ہوئے۔ پہلے آپ کے بیٹے کو پتھروں سے شدید زخمی کیا۔ ان کے جسم پر چالیس کے قریب زخم آئے لیکن وہ تقریباً ایک مہینہ مسلسل علاج کے بعد صحت یاب ہو گئے۔ ان کے والد شوکت حیات کو وہ ظالم گھسیٹ کر نیچے لے گئے اور پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا۔ اتنے میں پولیس بھی آگئی اور شرپسند موقع سے بھاگ گئے۔ ابھی آپ میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ چنانچہ فوراً آپ کو ایک عزیز مکرم حق نواز صاحب نے اپنی گاڑی میں ڈال کر لاہور کا قصد کیا لیکن آپ زخموں کی تاب نہ لا سکے اور رستہ ہی میں دم توڑ گئے۔ اِنّا للّٰہ وَ اِنّا الیہِ راجِعُون۔

بیوہ کے علاوہ ایک بیٹی اور تین بیٹے چھوڑے۔ اہلیہ فروری ۱۹۹۰ء میں وفات پاگئیں اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ اور بچوں میں سے بیٹی نشاط افزا ڈسکہ میں بیاہی ہوئی ہیں۔ بڑے بیٹے شفقت حیات گوجرانوالہ میں کاروبار کرتے ہیں۔ دوسرے بیٹے عظمت حیات ٹورانٹو (کینیڈا) میں آباد ہیں۔ جبکہ تیسرے بیٹے سعادت حیات صاحب جرمنی میں مقیم ہیں۔

قریشی احمد علی صاحب گوجرانوالہ۔ یوم شہادت: یکم جون ۱۹۷۴ء۔ آپ ۱۹۴۳ء میں سنداں والی ضلع سیالکوٹ میں مکرم حکیم فضل دین صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ بلوغت کے بعد گوجرانوالہ شہر میں منتقل ہو گئے۔

واقعہ شہادت۔ ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو گوجرانوالہ میں حالات خراب ہونا شروع ہوئے۔ آپ کے بیٹے ڈاکٹر ناصر احمد صاحب جو ناظم اطفال ضلع تھے اور جماعت کی طرف سے حالات کا جائزہ لینے کی ڈیوٹی پر تھے، نے گھر آکر اپنے والد محترم کو بتایا کہ حالات خراب ہیں۔ کہنے لگے کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ ۳۰؍مئی کو حالات مزید خراب ہو گئے۔ چنانچہ یکم جون کو عورتیں اور بچے قریشی مجید احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل کے گھر پہنچا دئے گئے۔ اور مردوں کو گل روڈ میں ایک احمدی گھرانے میں اکٹھا کر دیا گیا۔

جلوس نے اُن کا رُخ کیا اور سب سے پہلے سعید احمد خان صاحب اور اُن کے خسر مکرم چودھری منظور احمد صاحب کو شہید کیا گیا۔ ان کے گھر قریشی احمد علی صاحب بھی تھے۔ شرپسند بعد ازاں پھر ان پر حملہ آور ہوئے اور ان پر کسّی کا وار کیا گیا جو اتنا گہرا لگا کہ موقعہ پر ہی شہید ہو گئے۔

سعید احمد خان صاحب ابن محمد یوسف صاحب مندوخیل۔ تاریخ شہادت: یکم جون ۱۹۷۴ء۔ سعید احمد صاحب شہید ۲۶؍مئی ۱۹۳۷ء کو فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان لاہور سے پاس کیا اور لاہور ہی سے ایف۔اے۔ کیا۔ ۱۹۶۳ء میں ان کی شادی انیسہ طیب صاحبہ بنت چودھری منظور احمد صاحب سے ہوئی۔ فیصل آباد میں سیکرٹری مال اور قائد خدام الاحمدیہ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ملازمت کے سلسلہ میں کوئٹہ کے قیام کے دوران وہاں بھی قائد خدام الاحمدیہ رہے۔ آپ نے نیروبی کینیا میں بھی کچھ عرصہ گزارا۔ وہاں پہلے نائب قائد خدام الاحمدیہ تھے پھر قائد خدام الاحمدیہ کے طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ پھر گوجرانوالہ منتقل ہو گئے۔ جب آپ نے سول لائن گوجرانوالہ میں اپنا مکان بنوایا تو ساتھ ہی مسجد احمدیہ کی بنیاد رکھ دی۔ احاطہ گھیر کر اس پر مسجد احمدیہ کا بورڈ لگا دیا۔ اسی دن سے مولوی حضرات نے جو قریبی مسجد کے تھے، آپ کی سخت مخالفت شروع کر دی۔ ۱۹۷۴ء کے حالات سے پہلے ہی مسجد سے بورڈ اتارنے اور مسجد احمدیہ کو شہید کرنے اور آپ کے قتل کے پروگرام بن چکے تھے۔

واقعہ شہادت۔ یکم جون ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ سول لائن گوجرانوالہ میں صبح کے وقت جلوس آیا اور ساتھ ساتھ پولیس والے بھی تھے۔ مکرم سعید احمد خان صاحب تھانیدار کے پاس گئے کہ جلوس کو روکو مگر کافی بحث کے بعد کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ آخر جب آپ واپس آنے لگے تو اس تھانیدار نے اشارہ کیا۔ اس پر جلوس مکرم سعید احمد خان صاحب پر ٹوٹ پڑا اور پتھروں اور ڈنڈوں سے آپ کو بیدردی سے موقع پر ہی شہید کر دیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

پسماندگان۔ شہید مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیٹا اور چار بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ بڑا بیٹا رشید احمد خان آج کل آسٹریلیا میں ہے۔ بیٹی منورہ کینیڈا میں ہے اور مکرم مبارک اعظم صاحب کی اہلیہ ہیں۔ سیکرٹری تربیت کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔ دوسری بیٹی فرزانہ منیب صاحبہ بھی شادی شدہ ہیں جن کے میاں مکرم رائے منیب احمد صاحب آجکل نائب ناظم انصاراللہ شیخوپورہ ہیں۔ تیسری بیٹی شبنم نواز صاحبہ ان دنوں کینیڈا میں ہیں۔ چوتھی بیٹی درثمین مسرور صاحبہ ہیں جن کی شادی مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی کے پوتے مسرور احمد صاحب سے ہوئی ہے اور ان دنوں کراچی میں مقیم ہیں۔

شہادت **بشیر احمد صاحب، منیر احمد صاحب گوجرانوالہ**۔ یوم شہادت ۲؍جون ۱۹۷۴ء۔ بشیر احمد صاحب مرکز احمدیت قادیان کے ایک قریبی گاؤں ٹوڈر مل میں ۱۹۴۳ء میں پیدا ہوئے۔ بوقت ہجرت آپ کی عمر چار سال تھی۔ میٹرک کے بعد محکمہ صحت میں ملازمت اختیار کر لی اور آخری وقت تک اسی محکمہ سے منسلک رہے۔ ان کے چھوٹے بھائی منیر احمد صاحب دسمبر ۱۹۵۶ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ بوقت شہادت عمر بیس سال تھی۔ ابھی غیر شادی شدہ تھے اور پنکھوں کے کارخانہ میں کام کرتے تھے۔

واقعہ شہادت۔ یکم جون بروز ہفتہ ڈیوٹی سے گھر آئے تو اپنی والدہ سے کہنے لگے "اماں جلوس آرہا ہے"۔ والدہ نے کہا اچھا بیٹا بتاؤ کیا پسند ہے، میں وہی پکاتی ہوں۔ والدہ نے حسب منشاء چاول پکائے مگر انہوں نے جی بھر کر نہ کھائے۔ اس کے بعد آپ والدین کو اپنے دوست سلیم کے گھر چھوڑ آئے اور ان کی حفاظت کی تاکید کی۔ دونوں بھائی بشیر احمد اور منیر احمد رات بھر مکان کی چھت پر پہرہ دیتے ہوئے جاگتے رہے۔ جلوس کا جس طرف سے آنا متوقع تھا اس طرف ناکہ بندی کا انتظام تھا مگر جلوس اس قدر کثیر تعداد میں تھا کہ نہ رُک سکا اور آگے بڑھتا آیا یہانتک کہ ان کے مکان کے پاس آگیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہم نے بھاگنا نہیں، حضور کا حکم ہے کہ اپنا گھر چھوڑ کر بھاگنا نہیں۔ خواہ ہم مارے جائیں۔ چنانچہ جلوس نے ہلہ بول دیا اور آپ دونوں حقیقی بھائیوں بشیر احمد اور منیر احمد کو موقعہ پر ہی نہایت اذیّت سے شہید کر دیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

محمد رمضان صاحب و محمد اقبال صاحب ابناء محترم علی محمد صاحب۔ یوم شہادت ۲؍جون ۱۹۷۴ء۔ دونوں ویرووال تحصیل "ترن تارہ" ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے جو کہ قادیان کے قریب ایک گاؤں ہے۔ قادیان سے اتنا قریب تو نہیں جتنا لکھا ہے لیکن بہرحال لکھا ہوا یہی ہے کہ قادیان کے قریب ایک گاؤں ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو آپ کے والدین نے وہاں سے نقل مکانی کر کے فیصل آباد میں سکونت اختیار کی۔ کچھ عرصہ فیصل آباد میں رہنے کے بعد آپ "کوہلووال" ضلع گوجرانوالہ میں منتقل ہو گئے اور ۲؍جون ۱۹۷۴ء کو مخالفین احمدیت دونوں بھائیوں محمد رمضان صاحب اور محمد اقبال صاحب کو دھوکہ دہی سے گھر سے بلا کر لے گئے اور گاؤں کے قریب ایک نہر کے کنارے لے جا کر دونوں کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ نعشیں نہر میں پھینک دیں۔ محمد رمضان شہید کی نعش تو برآمد ہو گئی مگر محمد اقبال شہید کی نعش کوشش کے باوجود دستیاب نہ ہو سکی۔ انا للہ انا الیہ راجعون۔

شہادت **غلام قادر صاحب ابن روشن دین صاحب اور چودھری عنایت اللہ صاحب ابن فضل دین صاحب گوجرانوالہ**۔ تاریخ شہادت ۲؍جون ۱۹۷۴ء۔ مکرم غلام قادر صاحب کے والد روشن دین صاحب ضلع گوجرانوالہ میں آباد ہوئے اور اپنے چار بھائیوں میں سے اکیلے احمدی تھے۔ غلام قادر صاحب کی شادی ترگڑی ضلع گوجرانوالہ میں ہوئی۔ آپ کی بیوی ایک جان لیوا بیماری کے باعث آپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئی تھیں۔ آپ کنگنی والا ضلع گوجرانوالہ میں مقیم تھے۔

واقعہ شہادت۔ آپ کے بیٹے خالد محمود کا بیان ہے کہ ایک دن جلوس آیا مگر والد صاحب گھر پر موجود نہ تھے اور جلوس کو لوگوں نے واپس لوٹا دیا۔ جب آپ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ تھانہ گئے اور پولیس کو مطلع کیا۔ چنانچہ آپ کے ساتھ تھانیدار آیا۔ اس نے گاؤں میں ایک قصاب کو ڈانٹا جو کہ بدمعاش اور مخالف احمدیت تھا اور یقین دلا کر چلا گیا کہ آپ کو اب کوئی کچھ نہیں کہے گا اور ایک حوالدار کی ڈیوٹی لگائی کہ ان کے گھروں کی حفاظت کرنا۔ اس نے بھی اپنی طرف سے تسلّی دی اور کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں رات کو پولیس کے آدمی سول کپڑوں میں آجائیں گے اور آپ کی حفاظت کریں گے مگر رات بھر کوئی نہ آیا۔ اسی رات خریدے گئے پیشہ ور قاتلوں کا ایک گروہ دو احمدیوں کو کسی اور جگہ شہید کر کے پہلے چودھری عنایت اللہ صاحب کے پاس آیا اور ان کو پکڑ کر ساتھ

لے گیا اور انہیں پوچھا کہ وہ جو تھانے روز جاتا ہے اس کا گھر کون سا ہے؟۔ چنانچہ وہ ساتھ ہو لئے اور غلام قادر شہید کے دروازے کی نشاندہی کی اور قاتلوں کے کہنے پر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ یہ سحری کا وقت تھا۔ غلام قادر صاحب نے پوچھا کون ہے۔ تو انہوں نے بتایا کہ میں عنایت اللہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے بلاتردّد دروازہ کھول دیا۔ جونہی آپ باہر آئے تو قاتلوں نے آپ کو گھیر لیا اور مجبور کر کے دونوں یعنی غلام قادر صاحب اور عنایت اللہ صاحب کو گاؤں سے باہر لے گئے اور باہر کھیتوں میں دونوں کو شہید کر ڈالا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

غلام قادر صاحب شہید نے پسماندگان میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑیں۔ ان کے ایک بیٹے گوجرانوالہ میں ہوتے ہیں جبکہ باقی ساری اولاد ربوہ میں مقیم ہے۔

مکرم عنایت اللہ صاحب شہید قادیان کے نزدیک گاؤں "کھارا" کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد فضل دین صاحب اور والدہ محترمہ سراج بی بی صاحبہ بہت نیک اور مخلص احمدی تھے۔ ان کے پسماندگان میں بیوہ حنیفاں بی بی صاحبہ، ایک بیٹا محمد انور اور دو بیٹیاں نسیم اختر اور کوثر پروین صاحبہ ہیں۔ بیٹا آسٹریلیا میں اور باقی خاندان ربوہ میں آباد ہے۔

شہادت **محمد الیاس عارف صاحب۔** آپ ۱۰/اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مکرم ماسٹر محمد ابراہیم شاد صاحب کے ہاں "مومن" ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے چک چھور نمبر 117 میں حاصل کی پھر اسلامیہ کالج خانیوال سے ایف۔ اے اور بی۔ اے کیا۔

واقعہ شہادت۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک مخالفت میں آپ واہ کینٹ میں تھے۔ جب ٹیکسلا میں احمدیت دشمن تحریک نے شدت اختیار کی تو وہاں کرائے کے غنڈوں اور قاتلوں میں اسلحہ تقسیم کر دیا گیا اور احمدیوں کے مکانوں پر نشان لگادئے گئے۔ آپ کے مکان پر بھی نشان لگادیا گیا۔ ۴/جون ۱۹۷۴ء کو آپ نے اپنے چھوٹے بھائی محمد اسحاق ساجد صاحب کے ہمراہ اپنی بیوی بچوں کو واپس اپنے گاؤں بھیجنے کا فیصلہ کیا اور صبح سات بجے ٹیکسلا سے انہیں بس پر بٹھایا۔ خود گھر جا کر ناشتہ کیا۔ اپنی سائیکل لی۔ مکان کو تالا لگایا اور چابی مالک مکان کو دیتے ہوئے کہا کہ تین چار بجے واپس آجاؤں گا۔ لیکن ابھی آپ گھر سے ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ تک ہی پہنچے تھے کہ وہاں تین مولوی اور ایک کرائے کا قاتل گھات میں تھے۔ مولویوں نے اس کرائے کے قاتل کو اشارہ کیا۔ چنانچہ اس نے رائفل سے فائر کیا۔ گولی شہید مرحوم کے سینے میں لگی اور آپ موقع پر وہیں جام شہادت نوش کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کی تدفین اولاً چک چھور میں ہوئی پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خاص اجازت سے ۱۹۷۵ء میں تابوت ربوہ لایا گیا اور مقبرہ شہداء میں دفن کیا گیا۔ شہید مرحوم اپنے پیچھے ایک بیٹی، ایک بیٹا اور بیوہ چھوڑ گئے۔ بیٹی کی شادی ہو چکی ہے اور بیٹا عطاء القیوم عارف آجکل آسٹریلیا میں مقیم ہے۔

شہید مرحوم کی اہلیہ ثریا بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے ہمارے مالک مکان غزن خان نے بتایا کہ شہید مرحوم کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد قاتل کو ایک پاگل کتے نے کاٹا جس سے وہ ذہنی توازن کھو بیٹھا اور کتے کی طرح بھونکنے لگا۔ ایک ماہ بعد اس کے گھر والوں نے اسے زنجیر سے باندھ دیا۔ تین چار دن بعد وہ غضب الٰہی کا مورد ٹھہر کر اسی حالت میں مر گیا۔

مکرم نقاب شاہ مہمند صاحب ولد محمد شاہ آف مردان۔ تاریخ شہادت ۸/جون ۱۹۷۴ء۔ آپ بازید خیل کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کا نام محمد شاہ تھا جو احمدی نہیں تھے مگر آپ کے دادا گل فراز صاحب غیر مبائع احمدی تھے۔

واقعہ شہادت۔ نقاب شاہ مہمند صاحب ۸/جون ۱۹۷۴ء کو پشاور کے اندر دن کے ایک بجے سائیکل پر جاتے ہوئے ۳۷ سال کی عمر میں شہید کر دئے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ ٹیچر تھے اور ٹیچرز ایسوسی ایشن کے صدر تھے۔ آپ مکرم الطاف خان صاحب کے داماد تھے۔ شہید کرنے والا بظاہر ان کا دوست تھا۔ جب کسی نے پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے آواز دی کہ قادیانی تھا مار دیا میرا اچھا کرنے کی کوشش نہ کرو۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اہلیہ زندہ ہیں اور امریکہ جا چکی ہیں۔

صوبیدار غلام سرور صاحب اور ان کے بھتیجے **اسرار احمد خان صاحب آف ٹوپی ضلع مردان۔** یوم شہادت ۹/جون ۱۹۷۴ء۔ صوبیدار غلام سرور صاحب کا آبائی گاؤں مینئی ہے جو ٹوپی سے دس کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ پاک فوج کے محکمہ انٹیلی جنس میں ایریا افسر تھے۔ ٹوپی میں جب حالات خراب ہو رہے تھے تو ایک غیر احمدی بوڑھے شخص نے جو لکڑی کا کام کرتا تھا، آپ کو بتایا کہ لوگ آپ کو قتل کرنے کا پروگرام بنا چکے ہیں اسلئے آپ کہیں اور چلے جائیں۔ آپ نے اس کو جواب دیا کہ اگر مجھے دین حق کی خاطر شہادت نصیب ہو جائے تو اس سے بڑھ کر اور کونسی خوش بختی اور سعادت ہو گی۔

واقعہ شہادت۔ ۹/جون ۱۹۷۴ء کو ٹوپی قصبہ کے محلہ خوشحال آباد میں شرپسندوں نے قتل و غارت، لوٹ مار اور آتشزدگی کا بازار گرم کئے رکھا۔ اس دن آٹھ احمدیوں کو شہید کیا گیا اور ستر سے زائد مکانات، ڈیوڑھیاں، حجرے، بنگلے اور دکانیں تباہ کی گئیں۔ آپ اور آپ کا بھتیجا اسرار احمد گھر پر ہی موجود رہے۔ آپ کے مکانوں کی پچھلی طرف واقع قبرستان سے پُرجوش ہجوم کے لوگ حملہ آور ہوئے۔ اگرچہ آپ نے حفظ ماتقدم کے طور پر فائر کر کے ان کو ڈرایا مگر وہ گروہ تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ ان میں سے ایک حملہ آور نے آپ کو گولی ماردی جس سے آپ موقعہ پر ہی جام شہادت نوش کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

شہادت کے بعد ان بدبختوں نے آپ کے بے جان جسم پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ پھر آپ کی نعش کو گھسیٹ کر گلی کے چوراہے میں لے آئے اور پتھر مار مار کر بری طرح کچلا اور اپنی دانست میں مسخ کر دیا۔ آپ موصی تھے لیکن حالات کی سنگینی کے پیش نظر آپ کو وہیں دفن کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے بھائی مکرم احمد جان خان صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خدمت میں آپ کی میت ربوہ بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو حضورؒ نے ان کو جواب دیا کہ شہید جہاں دفن ہوتا ہے وہی جگہ اس کے لئے جنت ہوتی ہے۔ ایک وقت آئے گا جب ان شہداء کی قربانی رنگ لائے گی اور لوگ کہیں گے کہ یہ خوش قسمت لوگ ہیں جن کو احمدیت کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کی توفیق ملی۔ البتہ حضورؒ نے بہشتی مقبرہ میں آپ کا یادگاری کتبہ لگانے کی اجازت مرحمت فرمائی جس کی تعمیل کر دی گئی۔

شہادت کے وقت آپ کی عمر باون سال تھی۔ آپ کی بیوہ مکرمہ فہمیدہ بیگم صاحبہ آجکل ربوہ میں اپنے بچوں کے پاس مقیم ہیں۔ بچوں میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں آپ کی یادگار ہیں۔ سب سے بڑے بیٹے مکرم آفتاب احمد خانصاحب شادی شدہ ہیں اور بیوی بچوں سمیت متحدہ عرب امارات میں بسلسلہ روزگار مقیم ہیں۔ دوسرے بیٹے مکرم انوار احمد خانصاحب بھی شادی شدہ ہیں اور مع اہل و عیال ربوہ میں ہیں۔ خان بابا سپر سٹور کے نام سے گول بازار ربوہ میں گارمنٹس اور جنرل سٹور کا کام کرتے ہیں۔ تیسرے بیٹے مکرم امین احمد خانصاحب ہیں۔ بیٹیوں کے اسماء حسب ذیل ہیں:۔ مکرمہ رسول بیگم صاحبہ زوجہ مکرم محمد اقبال خان صاحب جو چپ بورڈ فیکٹری جہلم میں ملازم ہیں۔ مکرمہ فرحت حسین صاحبہ زوجہ مکرم بشیر احمد خان صاحب جو تربیلہ میں اپنا کاروبار کر رہے ہیں اور مکرمہ امۃ المجیب صاحبہ زوجہ اعجاز احمد خان صاحب ہیں جو راولپنڈی میں پرائیویٹ سروس کرتے ہیں۔

مکافات عمل۔ جس شخص نے آپ کو شہید کیا تھا، اس پر جولائی ۱۹۷۴ء کے تیسرے ہفتہ میں آسمانی بجلی گری اور وہ جھلس کر مر گیا۔

آپ کے سگے بھتیجے **مکرم اسرار احمد خان صاحب** جنہیں آپ کے ساتھ ہی شہید کیا گیا تھا الحاج سلطان سرور خانصاحب آف ٹوپی ضلع مردان کے صاحبزادے تھے۔ شہادت سے کچھ عرصہ پہلے یہ اپنے والد محترم کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ ان کا میٹرک کا رزلٹ شہادت کے بعد نکلا۔ شہادت کے وقت عمر سولہ سترہ سال تھی اور غیر شادی شدہ تھے۔ شہادت آپ کی کنپٹی پر پستول کے فائر سے ہوئی۔ شہادت کے بعد آپ پر پتھراؤ کیا گیا، خنجروں سے وار کئے گئے اور آخر ہجوم نے ازمنہ گزشتہ کے شہداء کی یاد تازہ کرتے ہوئے ان کی دونوں ٹانگوں کو مخالف سمتوں میں کھینچتے ہوئے ان کی لاش کو دو نیم کر دیا۔ ایک عورت یہ لرزہ براندام کرنے والا خونی کھیل نہ دیکھ سکی اور زور زور سے چیخنے لگی اور بلند آواز سے بددعائیں دینے لگی۔ اس پر قاتلوں کی رائفلوں کا رخ اس کی طرف پھر گیا مگر کچھ لوگ آڑے آگئے کہ یہ قادیانی نہیں ہے۔

اسرار احمد کو ان کے چچا صوبیدار غلام سرور شہید کے ساتھ ٹوپی میں ہی دفن کیا گیا۔ ان کے پسماندگان میں والد مکرم الحاج سلطان سرور خان صاحب (جو کہ اب وفات پا چکے ہیں) اور والدہ مکرمہ امۃ الودود صاحبہ کے علاوہ تین بھائی اور پانچ بہنیں ہیں۔ والدہ ربوہ میں مقیم ہیں جبکہ بڑے بھائی مکرم ابرار احمد خان صاحب مع اہل و عیال متحدہ عرب امارات میں مقیم ہیں۔ دوسرے بھائی مکرم زبیر احمد خانصاحب بھی شادی شدہ ہیں اور مع فیملی جرمنی میں مقیم ہیں۔ تیسرے بھائی مکرم اسرار احمد خان وقار صاحب غیر شادی شدہ ہیں اور ایف۔ اے۔ کے طالبعلم ہیں۔ یہ بھائی کی شہادت کے بعد پیدا ہوئے۔ والدین نے ان کا نام شہید بیٹے کے نام پر اسرار احمد خان وقار رکھا ہے۔ پانچوں بہنیں ربوہ میں مقیم ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں:۔ مکرمہ امۃ العزیز صاحبہ اہلیہ مکرم ریاض احمد خانصاحب۔ مکرمہ یاسمین کوثر صاحبہ اہلیہ مکرم طاہر احمد خانصاحب۔ مکرمہ آسیہ سلطانہ صاحبہ اہلیہ مکرم انوار احمد خانصاحب۔ مکرمہ فرخندہ ناز صاحبہ اہلیہ مکرم عارف احمد خانصاحب۔ اور مکرمہ فہمیدہ ناز صاحبہ۔ یہ آخری ابھی غیر شادی شدہ ہیں اور بی۔ اے کی طالبہ ہیں۔

مکافات عمل۔ غیر احمدی عینی شواہد کے مطابق جس شخص نے اسرار احمد خان سے بربریت کا یہ سلوک کیا وہ اُسی رات پاگل ہو گیا اور پاگل خانہ میں بند کر دیا گیا۔ اس کی بیوی بھی ذہنی توازن کھو بیٹھی اور گھر میں ہر وقت رسیوں سے بندھی رہتی۔